۱۷ / ۴۸
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ
۴ اپریل ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنا دوسرے کاموں میں ہزار دن لگے رہنے سے افضل ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مَكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يَدْمِيْ: اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی زخمی نہیں ہوگا جو خدا کے راستہ میں زخمی کیا گیا ہو۔ مگر قیامت کے دن ایسے حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا۔ جس کا رنگ تو خون کا ہوگا مگر خوشبو مشک کی ہوگی۔

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کے راستہ میں جو مسلمان تھوڑی دیر بھی جہاد کرتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو خدا کے راستہ میں کچھ زخمی کر دیا گیا یا کوئی خراش وغیرہ لگ گئی تو قیامت کے دن اس کو تر و تازہ جیسا کہ وہ تھا ایسا ہی لے کر حاضر ہوگا۔ جس کا رنگ زعفران کا رنگ ہوگا۔ اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ (اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہے)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَاءٍ عَذْبَةٌ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مُقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا، اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؟ اُغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"وَالْفُوَاقُ" مَا بَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا گذر ایک درہ پر سے ہوا۔ اس درے میں ایک چھوٹا سا میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ ان کو چشمہ (پاکیزگی کی وجہ سے) اچھا معلوم ہوا انہوں نے دل میں کہا کیا اچھا ہوتا کہ میں لوگوں سے کنارہ کشی کر کے اس گھاٹی میں رہتا۔ لیکن جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہ لے لوں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ آخرکار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ کیونکہ تم لوگوں میں سے کسی کا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ٹھہرنا، اس کے اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت والا ہے کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے اور تم کو جنت میں داخل کر دے (اگر یہ چاہتے ہو) تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرو۔ جس نے اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقت کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کے راہ میں جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

"الفواق" دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ"، فَعَجِبَ لَهَا اَبُوْ سَعِيْدٍ فَقَالَ: اَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَعَادَهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَاُخْرٰى يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ"، قَالَ: وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابوسعید کو یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ دوبارہ فرمائیے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اور دوسری چیز وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اپنے بندہ کو جنت میں سو درجہ بلند کرے گا۔ (اور ان دونوں درجوں کا یہ مقام ہے) کہ ہر دو درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ ابوسعید نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا۔ جہاد فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ۔ (مسلم)

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

ٹیلیفون نمبر: ٦٧٥٤٥

جلد ۱۴ | ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ر اپریل ۱۹۶۹ء | شمارہ ۳۸

ملک بچ گیا

صدر ایوب خاں عہدۂ صدارت سے سبکدوش ہو گئے ہیں اور ملک میں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آ چکا ہے۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل آغا یحییٰ خاں نے ریڈیو پاکستان سے اپنی نشری تقریر میں قوم سے خطاب کرتے ہوئے صدر ایوب خاں کی بحالیٔ جمہوریت اور نظم و نسق کو معمول پر لانے کی مساعی اور ان کی ناکامی کا تذکرہ کرنے کے بعد مارشل لاء کے نفاذ کا جواز پیش کیا ہے اور اس کا بنیادی مقصد بیان کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ پاک فوج کے عزائم اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ ملک میں ایک ایسی سازگار فضا پیدا کی جا سکے جس میں آئینی حکومت کا قیام ممکن ہو، عوام کے جان و مال محفوظ ہوں اور نظم و نسق پُرسکون خطوط پر بحال ہو جائے۔ انھوں نے کہا۔ "میرا یہ پختہ ایمان ہے کہ ہوشمندانہ اور تعمیری سیاسی زندگی بحال کرنا اور ہر بالغ کے ووٹ کی بنیاد پر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے منتخب ہونے والے عوام کے نمائندوں کو پُرامن طور پر اقتدار منتقل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ملک میں" مزید برآں انہوں نے یہ بھی کہا کہ عوام کے منتخب نمائندے ہی ملک کے لئے ایک قابلِ عمل دستور تیار کریں گے اور ان تمام سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کا حل تلاش کریں گے جنہوں نے عوام کے ذہنوں خلفشار میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ہمارے خیال میں جنرل محمد یحییٰ خان نے مارشل لاء کے نفاذ کا بنیادی مقصد نہایت مناسب الفاظ میں بیان کر دیا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک میں دستور اور آئین کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے مارشل لاء نافذ نہیں کیا گیا بلکہ نظم و نسق کو بحال کرنے، عوام کے جان و مال کی حفاظت کرنے، ملک کو تباہی و بربادی سے بچانے اور عوام کے صحیح نمائندوں کو اختیارات منتقل کرنے کے لئے سازگار حالات پیدا کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا نیک مقصد ہے جس کی تکمیل پر ہر سچے پاکستانی کا لازمی اور اوّلین فرض ہونا چاہئے۔

گذشتہ چند ہفتوں کے واقعات و حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ پاکستان کا ایک قوم کی حیثیت سے وجود ہی خطرے میں تھا اور اس کی قومی سالمیت اور یک جہتی پر ضرب کاری لگانے کی سازشیں شد و مد سے جاری تھیں ـــ عوام میں شدید خوف و ہراس پیدا ہو چکا تھا، جانی و مالی نقصان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا، پیداوار تشویشناک حد تک کم ہو چکی تھی، معیشت کو بھاری نقصان پہنچ رہا تھا، ہڑتالیں اور تشدد کی وارداتیں ایک کھیل کی حیثیت اختیار کر گئی تھیں، انارکی کا دَور دورہ تھا، قومی زندگی مکمل طور پر مفلوج ہو چکی تھی اور اغلب تھا کہ ملک تباہی و بربادی کے ایک ایسے عمیق گڑھے میں جا گرے جہاں سے اس کا نکلنا ہی ناممکن ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج عوام سے مارشل لاء کے متعلق اگر ردِ عمل معلوم کیا جائے تو ہر شخص کی زبان پر بے ساختہ یہی جملہ آتا ہے "خدا کا شکر ہے کہ ملک بچ گیا"۔

مارشل لاء قومی زندگی کے لئے یقیناً کوئی نیک فال اور باعثِ افتخار چیز نہیں ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک کی بہتری اور نجات موجودہ حالات کے پیشِ نظر اب اسی میں مضمر ہے اور ملک کی بہت بڑی اکثریت اسے آیۂ رحمت تصوّر کر رہی ہے۔ کس قدر بدبختی اور حرماں نصیبی ہے کہ ملک کو بنے ہوئے بائیس سال کا عرصہ گذر رہا ہے لیکن ہم آج تک اپنے آئین سے محروم ہیں اور اس عرصہ میں ہم نے دو مرتبہ مارشل لاء کے دامن میں پناہ لی ہے۔ کاش! اب ہی ہمارے ملک کے عوام کو سبق حاصل ہو جائے اور ان کو خوب اچھی طرح اندازہ ہو جائے کہ سیاست میں باہمی رواداری اور ضبط و تحمّل کا فقدان اور دینِ حق سے دُوری کن نتائج و عواقب کی پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

آخر میں ہم اس امر پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ ملک ایک شدید خطرے سے بچ گیا ہے اور ہماری مسلح افواج نے ایک بار پھر وطن کی سالمیت کو بچانے کی ذمّہ داری قبول کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ انہیں اس نیک مقصد کی تکمیل کے لئے اور پاکستان کو اس کی اساس کے مطابق سربلند و سرافراز کرنے کی طاقت و بصیرت اور توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اِک دیا اور بجھا

حضرت مولانا سیّد احمد شاہ صاحب سابق مدیر الفاروق بھی اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۷ر مارچ ۱۹۶۹ء

از حضرت مولانا الحاج سید امین الحق صاحب مدظلہٗ شیخوپورہ
(خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیرؒ)

مرتبہ: محمد عثمان غنی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں آئین شریعت کانفرنس کی صدارت فرمانے کے سلسلے میں تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا الحاج سید امین الحق صاحب مدظلہ العالی ڈسٹرکٹ خطیب شیخوپورہ نے مجلس ذکر کرائی اور مندرجہ ذیل تقریر ارشاد فرمائی۔ (مرتب)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (پ ۲۴ س حٰم السجدہ ع ۴۔ آیت ۳۰)

ترجمہ: تحقیق جنہوں نے کہا، رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر ٹھہرے رہے ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو، نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت جس کا تم کو وعدہ تھا۔

ہمارا مایۂ افتخار

میرے عزیزو اور بزرگو! ہمارے خیال میں (اور آپ سب حضرات کا بھی خیال ہوگا) کہ ہمارے لئے اس مقام پر بیٹھنا، عجیب سی بات ہوتی ہے — جس قدر وابستگانِ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ بہت بڑی نشست تھی اور وہ بہت بڑی شخصیت تھی۔ اور ہم سب اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری کچھ نہ کچھ نسبت خدا کرے کہ قائم ہو اور قائم رہے۔ اور ہمیں اس پر بھی فخر ہے کہ حضرت مولاناؒ کے صاحبزدگان کو اللہ تعالےٰ نے توفیق دی ہے (اور اس سے بھی بڑھ کر توفیق دے) کہ وہ اخلاق، وہ سیرت اور وہ طریقہ قائم رکھ رہا ہے جن پر ہم سب نے حضرت مولاناؒ کو استقامت سے دیکھا — ہمیں اس پر فخر ہے — ورنہ آپ جانتے ہیں کہ بڑے بڑے "حضرات" ہمارے اس ملک میں گذرے ہیں لیکن ان کی اولاد کو آپ دیکھتے ہیں، اُن کے جانشینوں کو آپ دیکھتے ہیں "وہ کتاب اور سنّت کے طریقے سے ہٹ گئے ہیں اور گمراہ کُن قسم کی بدعات اور ایسے مشاغل میں پڑ گئے ہیں جو ان کے لئے کسی صورت سے بھی مناسب نہیں تھا۔

حضرت عمرؓ کی خدماتِ ازواجِ مطہرات

ترمذی شریف میں ہے (اور کچھ حصہ اس کا بخاری میں بھی ہے — ازواجِ مطہرات کو رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے میرے بعد تمہارا فکر ہے کہ کیا ہوگا"۔ یہ فرما کہ پھر ارشاد فرمایا کہ "جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تمہیں بھولیں گے نہیں اور تمہارا خیال رکھیں گے — آپ صاحبان مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو صحابہؓ نے سلوک، برتاؤ روا رکھا تھا ازواجِ مطہرات کے ساتھ، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عمرؓ نے نو کاسے بنوائے تھے ان کی تعداد کے مطابق اور ہر ایک کاسے میں جس چیز کو امیرالمومنین بھیجنا چاہتے تھے ازواج مطہرات کو، الگ الگ کاسے تھے۔ اور ایمان والوں کی قربانیوں کی بہت قدر کی، ہر ایک صحابیؓ نے کی، لیکن حضرت عمرؓ کو موقع ملا تھا، وہ بہت زیادہ قدردانی کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے عمدہ طعام واپس کردیا

کنز العمال میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ امیرالمومنین تھے۔ اس وقت کے گورنر نے ایک خاص قسم کا طعام بنوا کر (بڑی مقدار میں) اپنے قاصد کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا، اس خیال سے کہ امیرالمومنین کام زیادہ کرتے ہیں، صحت خراب ہو جائے گی، تاکہ قوّت میں رہیں اور صحت میں رہیں۔ قاصد نے وہ مٹکے کے مٹکے لاکر امیرالمومنینؓ کی خدمت میں پیش کئے اور کہا کہ "یہ گورنر صاحب نے آپ کے لئے بھیجے ہیں"۔ فرمایا "کھولو اس کو کیا ہے اس میں؟" ایک مٹکا کھولا گیا۔ چکھ لیا۔ فرمایا۔ "چیز تو بڑی اچھی ہے"۔ پھر فرمایا۔ "وہاں کے تمام لوگ یہ کھاتے ہیں؟ وہاں کی تمام مخلوق کو یہ طعام ملتا ہے؟" قاصد نے کہا "امیرالمومنین! ہر ایک آدمی یہ کھا سکتا ہے؟ خاص خاص لوگ بھی اگر کھانا چاہیں تب بھی نہیں کھا سکتے، یہ تو صرف آپ کے لئے بنوایا ہے" — خوش ہونا چاہیے تھا حضرت عمرؓ کو کہ گورنر نے اس قدر احترام کیا اور خیال رکھا امیرالمومنین کی صحت کا — فرمایا "اس کو واپس لے جاؤ"۔ اور تحریری ایک فرمان بھیجا کہ "مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تم نے تمام اپنے قلمرو کو اس قسم کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دیا ہے، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو یاد رکھو عمر تم سے گرفت کرے گا اور تمہیں سزا دے گا"۔

حضرت عمرؓ کی دیانت کا ایک واقعہ

آپ حضرات نے سنا ہوگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ "میں دوپہر کے وقت اپنی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا مدینہ منوّرہ سے باہر ریگستان میں، پہاڑیوں پر، ایک صاحب کبھی ایک پہاڑی سے اترتے ہیں کبھی دوسری پر چڑھتے ہیں۔ اس سے اترتے ہیں، تیسری پر چڑھتے ہیں، نیچے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

جمعہ خطبہ

۹ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۸ر مارچ ۱۹۶۹ء

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی: امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:-
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۵

ترجمہ: آج ناامید ہو گئے کافر تمہارے دین سے۔ سو اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول و قواعد پوری طرح ممہد ہو چکے تھے اور فروع و جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ پیروان اسلام کے لئے قیامت تک قانونِ الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابلِ التفات نہیں رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست، جاں باز اور سرفروش ہادیوں اور معلموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جا سکتا تھا۔ مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کامل وفاداری کے ساتھ خدا سے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے۔ نہایت گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی، شعائرِ الٰہیہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا، ظنون و اوہام اور انصاب و ازلام کا تار و پود بکھر چکا تھا۔ شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا کہ دوبارہ وہاں اس کی پرستش ہو سکے۔ ان حالات میں ارشاد ہوا:-

الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون —— یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ تم کو تمہارے دینِ قیم سے ہٹا کر پھر انصاب و ازلام وغیرہ کی طرف لے جائیں یا دین اسلام کو مغلوب کر لینے کی توقعات باندھیں یا احکام دینیہ میں کسی قسم کی تحریف و تبدیل کی امید قائم کر سکیں۔ آج تم کو کامل و مکمل مذہب مل چکا جس میں ترمیم کا آئندہ امکان نہیں۔ خدا کا انعام تم پر پورا ہو چکا جس کے بعد تمہاری جانب سے اس کے ضائع کر دینے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔ اس لئے اب کسی ناسخ کے آنے کا احتمال نہیں۔ ایسے حالات میں تم کو کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اس محسن بلیس اور منعم حقیقی کی ناراضگی سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کے ہاتھ میں تمہاری ساری نجاح و فلاح ہے اور کل سود و زیاں ہے گویا "فلا تخشوھم واخشون" یعنی اس پر متنبہ فرما دیا۔ کہ آئندہ مسلم قوم کو کفار سے اس وقت تک کوئی اندیشہ نہیں جب تک ان میں خشیت الٰہی اور تقوےٰ کی شان موجود رہے۔

حاصل

۱- تقوےٰ اور خشیت الٰہی کی موجودگی میں مسلمانوں کو ماسوا اللہ کسی کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہئے۔
۲- اسلام مکمل دین اور ابدی قانون ہے۔
۳- اسلام میں ہر مشکل کا حل اور ہر موقع کے مناسب ہدایات موجود ہیں۔

قانون اسلام

برادران اسلام! اللہ جل شانہٗ کا کلام سچا ہے۔ خدا کا دین ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کتاب و سنت کی تعلیمات کبھی نابود نہیں ہو سکتیں —— اسلام کا قانون اٹل ہے۔ اور اس کی حفاظت کا ذمہ خدائے لایزال نے لیا ہے:- انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن مجید

کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اعلان میں قیامت تک قانون اسلام یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اب کسی کی مجال ہے کہ اسے مٹا سکے۔ جو اس کے منہ میں آئے گا خود مٹ جائے گا۔ کون ہے جو خدا کے مقابلہ کی تاب لا سکے۔

عزیزانِ گرامی! قرآن عزیز آج بھی اپنی برتری کا اعلان چاردانگِ عالم میں کر رہا ہے۔ ساری کائنات کا خالق اور کارخانۂ ہستی کا چلانے والا قادرِ مطلق خدا خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ یہاں یہ پیام خداوندی ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے بغیر اکناف عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ قیامت تک ہر طرح کی تحریفِ لفظی و معنوی سے محفوظ رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام نہ بدلیں گے فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے قرآن کی صوری و معنوی خوبیاں اپنی مثال رہیں گی۔ قومیں اور سلطنتیں اسے گم کرنے اور اس کی آواز کو دبانے کی جد و جہد میں خود تو فنا ہو جائیں گے مگر غیر فانی خدا کا کلام بھی غیر فانی رہے گا اور تا ابد باقی رہے گا۔

محترم حضرات! ہمارا ایمان ہے کہ قرآن عزیز خدا کی آخری کتاب ہے صاحبِ کتاب رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور اسلام خاتم ادیان ہے۔ آمنہ کے لالؐ کے بعد کوئی نئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی نہیں آئے گا اور قرآن حکیم کے بعد کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوگا۔ اور اسلام کے بعد کسی دین یا نظریۂ حیات کے لئے دنیا میں اب کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو شخص اس عقیدہ کا حامل نہیں یا جس کا نظریہ مذکورہ بالا عقیدہ سے متصادم ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اس کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسی عقیدہ پر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور خدا و رسولؐ اور قرآن عزیز سے لافانی عشق نصیب فرمائے — آمین یا الٰہ العالمین۔

سخن ہائے گفتنی

فیض لودھیانوی
لاہور

اب کہاں خوفِ خدا سے رحم فرمانے کی بات
ہر طرف کانوں میں پڑتی ہے ستم ڈھانے کی بات

قحط سالی، تنگ دستی، فاقہ مستی، بے دلی
ایسی ذلت میں کریں کیا رندِ میخانے کی بات

آہ ظالم باغباں تیری سمجھ کو کیا ہوا!
فصلِ گل میں چھیڑ دی پھولوں کے مرجھانے کی بات

آدمی کی زندگی کا روگ ہے فرزانگی
کس قدر معقول ہے یہ ایک دیوانے کی بات

محفلوں میں نوجوانوں کی زباں پر عام ہے
ناچ کا قصہ، ادا کا تذکرہ، گانے کی بات

بے حجابی نے حسینوں کو بنایا بے حیا
اب کہاں وہ منہ چھپانے اور شرمانے کی بات

جسم کی آسودگی کا ہر فسانہ ہیچ ہے
سن کسی دردآشنا سے دل کو گرمانے کی بات

اس کو بہرِ حق کفن بردوش رہنا چاہیئے
مرد کو زیبا نہیں مرنے سے گھبرانے کی بات

آج "زندہ باد" کے نعروں سے کوسوں دور ہے
قوم کے مردہ دلوں کو ہوش میں لانے کی بات

کفر اور اسلام کی ٹکر کا بھی کچھ علم ہے
چھوڑ دو اے غافلو آپس میں ٹکرانے کی بات

وائے کج فہمی مسلماں منکرِ محشر ہوا
ورنہ زیرِ بحث کیوں آتی جزا پانے کی بات

ایسے بے دانش مسافر پر ہزار افسوس ہے
جو سرائے میں بھلا بیٹھا ہو گھر جانے کی بات

لوگ کہتے ہیں کہ دنیا نے اسے ٹھکرا دیا
فیض کرتا ہے مگر دنیا کو ٹھکرانے کی بات

(قسط۲)

قرآنی توحید

پروفیسر حافظ عبد المجید ایم۔ایس۔سی، ایم۔اے

(سلسلہ کے لئے ۷ مارچ کا پرچہ ملاحظہ فرمائیں)

۱۲۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝

ترجمہ: کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام وفات پانے لگے۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبودِ یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

(فائدہ) تمام انبیائے کرام توحید کے داعی تھے۔ سب نے تمام معبودوں کو ترک کرکے ایک خدا کی بندگی کا پیغام دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے تو زندگی میں ہی نہیں بلکہ موت کے وقت بھی اپنے بیٹوں سے ایک خدا کی بندگی کرنے کا عہد و پیمان لیا۔

۱۳۔ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۝ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۝ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ۝

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے بے شک آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدہ کی چیزیں لے کر رواں ہیں۔ اور پانی میں جس کو اللہ تعالےٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اور اس میں سب قسم کے جانور پھیلائے۔ اور ہواؤں کے بدلنے میں، اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مقید رہتا ہے۔ ان سب میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بھٹراتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے اللہ کی محبت، اور جو ایمان والے ہیں ان کو اللہ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔ اور کاش ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے اب دیکھ لیتے کہ ساری قوّت اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔

(فائدہ) عبادت کے لائق صرف خدائے تعالےٰ ہے جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ اس کی نشانیاں تمام کائنات میں موجود ہیں۔ آسمان و زمین کی تخلیق، شب و روز کی گردش، جہازوں کی سمندروں میں روانی، کشتیوں کا دریاؤں میں چلنا، طیاروں کا ہوا میں پرواز کرنا، آسمان سے بارش کا برسنا، بارش کے سبب زمین سے گوناگوں سبزیاں، اناج، چارہ، پھل پھول کا پیدا ہونا، جانوروں کی اقسام، ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا بننا وغیرہ سب کے سب شہادت دے رہے ہیں۔ کہ ان کا کوئی خالق ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے ؎

ہر گیاہِ کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

نیز ؎

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار

پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو اس معبودِ حقیقی کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک ٹھہراتے ہیں۔ ان کے ساتھ عاجزی و بے چارگی کا اور محبت کا وہ معاملہ کرتے ہیں جو صرف اللہ کے لئے ہونا چاہئے تھا۔ اگر انہیں ایمانِ حقیقی نصیب ہوتا تو ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہوتی۔ لیکن وہ ظالم ہیں۔ خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے کے سبب سے بڑے ظلم کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ جب وہ اس ظلم کا بدلہ اور صلہ پائیں گے تو انہیں ہوش آئے گا لیکن کاش وہ اب ہی سمجھ جاتے۔ شرک سے باز آجاتے۔ اس ظلم سے ہاتھ کھینچ لیتے۔ خدا کو ایک مان کر صرف اس کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اسی میں ان کا فائدہ تھا، اسی میں ان کی نجات تھی، کاش وہ سمجھتے۔

۱۴۔ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۝

ترجمہ: اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (ان کو بتلائیے کہ) قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب بھی مجھے پکارے۔ پس وہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لے آئیں تاکہ ہدایت یاب ہو جائیں۔

(فائدہ) اسلام کا خدا ہر مخلوق کی ہر پکار کو ہر جگہ ہر وقت سنتا ہے۔ وہ دور نہیں قریب ہے۔ اسے اپنی مخلوق کی فریاد سننے کے لئے کسی درمیانی واسطے کی قطعاً کوئی حاجت نہیں۔ دنیاوی بادشاہوں تک فریاد پہنچانے کے لئے بہت سے درمیانی واسطوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

لیکن خدا تعالیٰ ہر شخص سے اس قدر قریب ہے کہ اس کی ہر بات سنتا ہے۔

۱۵- اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

ترجمہ: اللہ (وہ معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہے (سب مخلوقات کا) سنبھالنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس (کسی کی) شفارش کر سکے۔ وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر و غائب حالات کو۔ اور وہ اس کی معلومات پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی نے سب آسمان و زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔ اور وہ سب سے برتر ہے عظمت والا۔

(فائدہ) خدا کے تصوّر کے سلسلہ میں فکرِ انسانی نے بہت سی ٹھوکریں کھائیں۔ بعض انسانوں نے سرے سے خدا کے وجود کا ہی انکار کر دیا۔ بعض نے خدا کی ہستی کو تو تسلیم کیا لیکن اس کے باوجود وہ خدا کی حقیقی صفات سے بے بہرہ رہے۔ بعض نے اس کو صاحبِ اولاد مانا۔ بعض نے اس کو دنیوی بادشاہوں پر قیاس کیا اور اس تک رسائی کے لئے متعدد واسطوں کی ضرورت کے قائل ہوئے بعض نے اللہ کے برگزیدہ بندوں کی قبروں اور تصویروں کی پرستش اس نظریہ سے کی کہ یہ ان کے لئے باعثِ تقربِ الٰہی ہوگا۔ بعض نے سورج چاند ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کی پرستش کی

قرآنِ کریم نے خدا کے متعلق ان تمام غلط نظریات کا ابطال جابجا اور موقع بموقع کیا ہے۔ اور صفاتِ باری تعالیٰ اور توحیدِ خداوندی کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آیت الکرسی خداوند قدوس کی صفات و کمالات کا ایک بے مثل بیان ہے۔ اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ہی وہ ہستی ہے جو عبادت اور بندگی کے قابل ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کے بغیر نہ کوئی ہمیشہ سے زندہ ہے اور نہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ تمام زندگیوں کا سرچشمہ وہی تو ہے۔ اسی کے امر نے سب اشیاء کو وجود بخشا۔ تمام مخلوقات کا خالق وہی ہے۔ اسی نے تمام کائنات کو پیدا کیا اور وہی اسے سنبھالنے والا ہے۔ کائنات کے سنبھالنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ہر طرح کی تدبیر اور انتظام اس کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ مُو برابر بھی دخل دے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اس لئے کائنات کی تدبیر و انتظام سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے۔ اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے سب کا سب اسی کا تخلیق کردہ ہے اور وہی ان سب کا مالک ہے۔ کوئی چیز اس کی پادشاہی سے باہر نہیں۔ نہ ہی اس نے اپنے اختیارات کسی اور کو تفویض کئے ہیں کہ وہ اس کا مختار ہو۔ اور کائنات پر اس کی حکومت و پادشاہت کا سکہ چل سکے۔ اس کی بارگاہ میں اس کے مقبول بندوں کی بھی یہ مجال نہیں کہ اجازت لئے بغیر کسی کی سفارش کر سکیں اور سفارش قبول کرے یا نہ کرے یہ بھی اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ اس کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ظاہر و باطن، حاضر و غائب، قریب و دور غرضیکہ ہر چیز سے آگاہ ہے اور اس کے علم میں کسی کو برابری میسّر نہیں۔ اس کے علم کا احاطہ کرنا کسی کی مجال نہیں۔ وہ جتنا علم جس کو چاہے دے لیکن اس کے علم کی برابری ناممکن۔ اس کی پادشاہی و سلطنت آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ آسمان و زمین اور پوری کائنات کا تحفظ و بقاء اس کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں۔ وہ اپنی بلندی میں سب سے بلند اور اپنی عظمت میں سب سے عظیم ہے۔ اس کی بلندی و عظمت ہمارے وہم و گمان سے بھی بالا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہنوز در اول وصفِ تو ماندہ ایم

۱۶- اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

ترجمہ: کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو اس وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ رب کے متعلق جھگڑنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سلطنت بخشی تھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہ بولا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا پس بے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم اسے مغرب سے نکال لاؤ۔ اس پر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے۔

(فائدہ) سلطنت و حکومت کے نشہ نے بہت سے دماغوں کو خراب کیا۔ اس حد تک کہ وہ خدائی کے دعویدار بن بیٹھے۔ نمرود شاہِ بابل اس گروہ میں سرفہرست ہے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے توحید کی آواز لگائی تو اس نے انہیں اپنے دربار میں بلایا اور خداوندِ قدوس کے متعلق بحث و مباحثہ کرنے لگا۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ فرمایا کہ میرا رب زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ نمرود نے فوراً اپنے ایک واجب القتل قیدی کو چھوڑ دیا اور ایک بے گناہ آدمی کو قتل کر دیا اور کہنے لگا۔ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار بھی

سکتا ہوں۔ یہ جواب کتنا احمقانہ تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جواب کے متعلق مزید بحث و تمحیص کرنے کی بجائے ایک اور دلیل سے اس کا منہ بند کر دیا۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ میرا رب تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے۔ اگر تمہیں بھی خدا ہونے کا دعوٰے ہے تو تم اس کو مغرب سے نکالو۔ یہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے وہ مبہوت ہو گیا، حیران و ششدر رہ گیا۔ جواب نہ بن پڑا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی ضد کو نہ چھوڑا۔ حق واضح ہو چکا تھا لیکن اس نے حق کو قبول نہ کیا —— توحید کے دلائل انتہائی ٹھوس اور واضح ہیں لیکن انسان کی کم فہمی اور ضد کا کیا علاج کہ اس کے باوجود شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

۱۷- اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ - قَالَ کَمْ لَبِثْتَ - قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ - قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

ترجمہ: یا اسی طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جو ایک ایسے گاؤں پر گذرا جو کہ اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ خدا اس (شہر اور اس کے باشندوں) کو کس طرح مرنے کے بعد زندہ کرے گا۔ پس خدا نے مردہ رکھا اس شخص کو سو سال۔ پھر اس کو اٹھایا۔ پوچھا تم کتنا عرصہ (یہاں) ٹھہرے۔ اس نے جواب دیا ایک دن یا اس سے بھی کم۔ خدا نے فرمایا۔ (نہیں) بلکہ سو سال رہے ہو —— پس دیکھو اپنی کھانے پینے کی چیزوں کو، جو گلی سڑی نہیں، اور دیکھو اپنے گدھے کی طرف۔ اور تاکہ ہم بنائیں تمہیں لوگوں کے لئے نشانی۔ اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کس طرح ہم ان کو جوڑتے ہیں، پھر ان پر گوشت پوست چڑھاتے ہیں۔ پس جب واضح ہوا اس پر یہ حال تو کہہ اٹھا مجھے معلوم ہے کہ بیشک اللہ تعالٰے ہر چیز پر قادر ہے۔

(فائدہ) قولِ مشہور کے مطابق یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ کسی بستی غالباً بیت المقدس کے پاس سے گذر رہے تھے۔ شہر ویران اور تباہ و برباد نظر آیا۔ پیغمبر تھے۔ خدا کی قدرت پر یقین تو تھا لیکن ویرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس شہر کی دوبارہ آبادی کے متعلق کہا کہ اللہ تعالیٰ معلوم نہیں اس شہر کو دوبارہ کس طرح زندہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالٰے نے ان پر موت طاری کر دی اور سو سال گذرنے پر دوبارہ زندگی بخشی۔ پوچھا کتنا عرصہ اس جگہ ٹھہرے ہو؟ عرض کی ایک دن یا اس سے کم۔ فرمایا۔ ایک سو سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام پیغمبر تھے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کتنا عرصہ اس مقام پر گذر چکا تھا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر بھی غیب دان نہیں ہوتے۔ انہیں ہر چیز کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ وہ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا خدائے تعالٰے ان کو بتلا دے۔ بہر حال جب حضرت عزیر علیہ السلام دوبارہ زندہ ہوئے دیکھا کہ کھانے پینے کی چیزیں بالکل صحیح و سالم ہیں لیکن پاس ہی گدھا گل سڑ چکا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ہڈیاں آپس میں جڑ گئیں۔ پھر ان پر گوشت پوست چڑھنے لگا اور جلد ہی وہ گدھا صحیح و سالم حالت میں موجود تھا۔ اس واقعہ میں خداوند قدوس کی بہت سی نشانیاں ہیں

حاشیہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح

آخر میں جو کہا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یقین رکھتا ہوں۔ یہ ایک طبعی اور اضطراری حالت ہے کہ نئی بات کو دیکھ کر اقرارِ قدرت کو تازہ کیا جاتا ہے اور اعتقادِ قدرت پہلے سے بھی ہوتا ہے جیسے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر ایسے موقع پر ہمارے محاورات میں بھی عادت ہے۔ حالانکہ ان کے مضامین کا پہلے سے بھی عقیدہ ہوتا ہے۔ اور ان کی اس حیرت کا جواب اس مجموعی کیفیت سے دنیا اس کی وجہ احقر کے ذوق میں یہ ہے کہ محل حیرت یعنی احیاء یوم البعث مشتمل ہے چند اجزاء پر اوّل خود زندہ کرنا، دوسرے مدتِ طویل کے بعد زندہ کرنا، تیسرے خاص کیفیت سے زندہ کرنا، چوتھے اس مدت تک روح کا باقی رکھنا، پانچویں بعد بعثت کے برزخ میں رہنے کی مدت معلوم نہ ہونا جزو اوّل پر خود ان کے زندہ کرنے اور ان کے گدھے میں جان ڈالنے سے دلالت کی گئی۔ اور دوسرے جزو کے اثبات کے لئے ان کو سو برس تک مردہ رکھا۔ تیسرا جزو خود گدھا ان کے سامنے زندہ کر کے دکھلا دیا۔ چوتھے جزو کا نمونہ طعام و شراب کا باقی رکھنا اور خود ان کے بدن کا باقی رکھنا دکھلایا جو بالاولی امکان بقاء روح پر دال ہے۔ کیونکہ بدن و طعام و شراب بوجہ اشتمال عناصر کے بہ نسبت روح کے تغیر و فساد کے زیادہ قابل ہیں۔ اور پانچویں امر کی نظیر ان کا جواب ہیں "یَوْمًا" اور "بَعْضَ یَوْمٍ" کہنا ہے۔ جیسا بعینہ یہی جواب بعض اہل محشر دیں گے۔ رہی یہ بات کہ جب دوسروں نے دیکھا نہیں تو لوگوں کے لئے نمونۂ قدرت کس طرح ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قرائن خارجیہ قطعیہ سے ان کا صدق بیان لوگوں کو بطور علم ضروری کے معلوم ہو جائیگا۔ جیسا خود ان کو ایسے ہی قرائن سے نیز اپنا مردہ رہنا طویل مدت تک معلوم ہو گیا۔ واللہ اعلم (بیان القرآن)

(باقی آئندہ)

تہذیب و تمدن

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ڈبل ایم، اے خطیب ست گھرہ انارکلی لاہور

اسلامی تمدن کا لفظ عام طور پر جب بولا جاتا ہے تو ذہن فوراً دمشق بغداد، قرطبہ و غرناطہ، اصفہان و سمرقند اور دہلی و لکھنؤ کی طرف منتقل ہوتا ہے اور آنکھوں کے سامنے ایک خاص طرزِ تعمیر پھر جاتا ہے۔ (جس کو اسلامی فنِ تعمیر کہا جا سکتا ہے) جس کے نمونے بادشاہوں کے شاندار محل، خوبصورت حرم سرائیں، وسیع ڈیوڑھیاں اور نوادرِ روزگار مقبرے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی خوش ذوقی اور زندہ دلی کے مختلف مظاہر، فنونِ لطیفہ کی سرپرستی اور شہروں اور دارالسلطنتوں کی آزاد و پُر عشرت شہری زندگی کے مناظر تازہ ہو جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سی چیزیں مسلمان بادشاہوں اور امراء کے بیگار، اسراف اور اصول و احکام اسلام سے انحراف اور بعض اوقات تحریف کی یادگاریں ہیں۔ جو اگر وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرتے جو وجود ہی میں نہ آتیں اور جب کبھی اسلامی تمدن اپنی پوری روح اور جسم کے ساتھ موجود ہوگا تو یہ چیزیں ناپید ہوں گی۔

اسلام میں غیر ضروری تعمیرات جن کا مقصد شان و شوکت کا اظہار عیش و عشرت یا شہرت اور یادگار کے سوا اور کچھ نہ ہو، ناپسندیدہ ہیں' مقبرہ بنوانا تو خالص غیر اسلامی عمل و اسراف کے علاوہ شرعی نقطۂ نگاہ سے بھی ایک ناجائز کام ہے، اسلام اس کو بالکل ناجائز اور خلافِ انصاف سمجھتا ہے کہ آدمی مرنے کے بعد بھی زمین کے ایک بڑے حصے پر بے ضرورت قابض رہے۔ اور اس کے مقبرہ کی اینٹوں اور دیواروں اور آرائش پر وہ روپیہ ضائع ہو جو سینکڑوں آدمیوں کے سر چھپانے کے کام آ سکتا تھا۔ خالص اسلامی نقطۂ نظر نیک عمل، صالح اولاد یا صدقہ جاریہ کے علاوہ کسی اور طریقہ پر دنیا میں اپنا نام زندہ رکھنے کی کوشش جاہلیت کی ایک یادگار ہے۔

اسلام نے موسیقی کی ہمت افزائی اور سرپرستی نہیں کی بلکہ اس کی ہمت شکنی اور ناقدری کی ہے۔ مصوری اور بُت تراشی اس کی شریعت میں حرام ہیں۔ ریشم کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز ہے، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے اور وہ تمام چیزیں جو زندگی میں غفلت، دنیا میں انہماک اور عیش و تنعم پیدا کریں، اس کے تمدن میں ان کی روک تھام کی گئی ہے اور ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ حدیث میں آتا ہے ـــ اِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ ''(مذہب تمدن) کہ اللہ کے بندے عیش و عشرت کے بندے نہیں ہیں ؎

نیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی (اقبال)

حقیقت میں جس کو اسلامی تمدن اسلامی تہذیب کہا جاتا ہے اور جس پر ایک عرصہ سے ہمارے قومی مصنف اور مؤرخ فخر کرنے کے عادی ہیں۔ اور جس کو وہ موجودہ تمدنوں کے مقابلہ میں پیش کرکے ایک فاتحانہ مسرت محسوس کرتے ہیں وہ مسلمان بادشاہوں اور مسلمان کہلانے والی قوموں کا طرزِ زندگی ہے اور اس کو اسلام سے صرف اتنا تعلق ہے کہ اس کے نمائندے اپنے کو مسلمان کہتے تھے۔ اور بہت سے اسلامی فرائض و احکام کے بھی پابند تھے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب، کلچر، اور تمدن کی تعریفیں کی جائیں تاکہ جن الفاظ کا شور ہمارے کان آئے دن سنتے رہتے ہیں ان کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

کلچر

تہذیب کے سلسلہ میں آج کل ایک لفظ کا بہت شور سنا جاتا ہے۔ یہ کلچر ہے۔ کلچر انگریزی لفظ ہے اس کے لغوی معنی (۱) زراعت (۲) کسی چیز کو تعلیم و تربیت یا نظم و ضبط وغیرہ کے ذریعے عمدہ بنانا (۳) اخلاقی یا ذہنی قوتوں کی ترتیب یا نظم و ضبط (۴) تہذیب (۵) تہذیب کا ذہنی پہلو (۶) آداب و اطوار یا مذاق کو سنوارنا (۷)، تہذیب کی تاریخ میں ایک خاص حالت یا مرحلہ (۸) کسی قوم یا معاشرتی تنظیم کے امتیازی پہلو۔

مندرجہ معانی کی رو سے کلچر زندگی کی صفائی اور نفاست کا نام ہے۔ قومی سطح پر صفائی کے علاوہ اس میں قوم کے نمایاں خط و خال بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس لفظ کے دائرۂ استعمال کے پھیلنے سے اس کے معانی میں بہت وسعت آ گئی ہے۔ پہلے کلچر محدود معنی میں استعمال ہوتا تھا اس کے بجائے سولائزیشن (Civilization) کے لفظ کا استعمال اور رواج بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں سولائزیشن پر تو مقالہ موجود ہے لیکن کلچر کا ذکر تک نہیں یہ اس لئے ہے کہ کلچر پہلے سولائزیشن کا محض ایک پہلو سمجھا جاتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ سولائزیشن کا ہم معنی ہو گیا اور اب اس سے بھی وسیع تر ہے ـــ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔ "کلچر متوارث دستکاریوں، مصنوعات، فنی کام کاج، خیالات، عادات اور اقدار پر مشتمل ہے۔ معاشرتی تنظیم کی صحیح سمجھ اسے کلچر کا ایک جزو قرار دے کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کلچر کے مادی سامان بذاتِ خود کوئی مکمل قوت نہیں۔ صنعتوں، آلات، اسلحہ اور دیگر مصنوعات کی تخلیق اور استعمال کی خاطر علم کی ضرورت ہوتی ہے جو بنیادی طور پر ذہنی اور اخلاقی انضباط سے وابستہ ہے۔ اس انضباط کا اصل سرچشمہ مذہب، قوانین اور اخلاقی قواعد ہیں"۔

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کے مقالہ نگار نے کلچر کے مفہوم میں بہت اضافہ کیا ہے۔ اقتصادی تنظیم، قانون، علم، کھیل، مشاغل آرائش وغیرہ ہی پر

ختم نہیں کرتا بلکہ مذہب کو بھی کلچر میں شامل کرتا ہے۔ حالانکہ اب تک مغرب میں مذہب کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ سمجھا جاتا تھا۔ کلچر کے لئے اردو اور عربی میں کوئی لفظ نہ تھا۔ عربی والوں نے "ثقافت" کے لفظ کو کلچر کے محدود معنی دئے۔ وہاں سے ثقافت کا لفظ اردو میں بھی در آمد ہوا۔ ہمارے ہاں اس کے شایانِ شان تہذیب کا لفظ تھا۔ لیکن اب جب کہ کلچر میں اتنی وسعت آ گئی ہے تو ہمیں اسے اسلامی نقطۂ نظر سے نئے اور وسیع تر معنی پہنا دینے میں کوئی باک نہیں۔

کلچر کی تعریف میں لکھا جا چکا ہے کہ ہر قوم کا ایک امتیازی کلچر ہوتا ہے ملتِ اسلامیہ کا بھی ایک جداگانہ امتیازی کلچر ہے۔ ہمارے ہاں اس کے معنی کچھ مختلف ہیں اور فرد سے لے کر جماعت، ریاست اور امت تک کو حاوی ہیں۔ اس چیز کے لئے ہمارے پاس ایک جامع لفظ "نظامِ حیات" موجود ہے، اس کو ہم دین بھی کہتے ہیں کیونکہ دین زندگی کے راستے کا نام ہے۔

تہذیب کا مفہوم

تہذیب کے لغوی معنی چھانٹنے، سنوارنے اور خالص کرنے کے ہیں تہذیب کے لفظ نے بھی وسیع تر مفہوم پیدا کر لیا ہے۔ اب یہ لفظ زندگی کے اطوار، رہن سہن، معاشرت اور سامانِ تمدن کو حاوی ہے۔ ہر قوم یا ملت کی زندگی کا ایک ظاہری نقشہ، ہیئت یا خدوخال ہوتے ہیں جو اسے دیگر اقوام سے ممتاز کرتے ہیں اسی طرح ظاہری نقشہ یا خدوخال کو ہم تہذیب کا نام دیتے ہیں۔

بنیادی طور پر تہذیب کا لفظ کلچر سے زیادہ قریب ہے لیکن آج کل اسے سولائزیشن سے قرب حاصل ہے۔ تاہم اب جس طرح کلچر کو سولائزیشن پر اور سولائزیشن کو کلچر پر پھیلایا جاتا ہے۔ اسی طرح تہذیب کے معنی میں بھی لچک پیدا ہو سکتی ہے اور اسے بھی کلچر کی طرح پوری زندگی کی وسعت دی جا سکتی ہے۔

اچھی اور بُری تہذیبیں

تہذیب کا لفظ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے تو صرف اچھی تہذیب کے لئے استعمال ہونا چاہئے لیکن اس کا وسیع تر مفہوم چونکہ ساری زندگی پر حاوی ہے۔ اس لئے اس کی اچھی اور بُری دو قسمیں ہو سکتی ہیں، اچھی اور بُری تہذیبوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اچھی تہذیب کی چند خصوصیات کے ذکر سے بُری تہذیب کی حقیقت خود بخود سامنے آ جائے گی۔

اچھی تہذیب اللہ سے غافل نہیں کرتی، مادیت کا اسیر نہیں ہونے دیتی، پاکیزہ رکھتی ہے، صحت کی ضمانت دیتی ہے، فضول خرچی سے بچاتی ہے، رحمدلی سکھاتی ہے، غیور بناتی ہے اور عزت بخشتی ہے۔

دین اور تہذیب کا تعلق

تہذیب کا سرچشمہ مذہب ہے۔ ہر مذہب ایک خاص مقصدِ حیات اور اندازِ فکر پیش کرتا ہے جو اس کے پیروؤں کی زندگی کو ایک خاص ڈھانچے میں ڈھال دیتا ہے اور اسے ایک خصوصی ماہیت عطا کرتا ہے۔ یہ ماہیت سادہ ہو یا پُر تصنّع بہرحال اس کے کچھ نقش و نگار ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم تہذیب کہتے ہیں۔ ہندوؤں میں کئی دیوتاؤں کو معبود مانا جاتا ہے جن میں سے اکثر کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ شہزادگی کی زندگی گذار رہے ہیں اور انہیں سامانِ طرب سے بہت لگاؤ ہے۔ چونکہ ہر ہندو کا مقصدِ حیات اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنا ہے۔ اس لئے ان کے ہاں رقص و سرود و موسیقی کو نہ صرف رواج ہوا بلکہ اسے "تقدس" بھی حاصل ہو گیا۔ اسی طرح ان کی تہذیب کے دیگر پہلوؤں پر بھی مذہب کا گہرا نقش ہے۔

عیسائیوں نے دین کو دنیا سے الگ رکھا ہوا ہے۔ وہ دنیوی زندگی میں مذہب سے بالکل آزاد ہیں اس لئے دنیوی مسرت ان کی زندگی کا مقصدِ ثانی بن گئی ہے، ان کے ہاں زندگی کا یہی کمال ہے کہ دنیوی سامانوں سے جی بھر کر نفع اٹھایا جائے جس چیز سے انہیں لذت یا خوشی حاصل ہو اسے بے کھٹکے تہذیب کا جزو بنا لیتے ہیں اسی بناء پر وہ "لا موجود الا البطن والمعدة" (Eat, drink & be merry) کے نعرے لگاتے ہیں۔ رہ گئی آخرت تو اس کی انہیں زیادہ فکر نہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیحؑ صلیب پر چڑھ کر ان کے سب گناہوں کا کفارہ ادا کر چکے ہیں۔

اہلِ یورپ کا سارا زور تکلف نمائش اور آرائش پر ہے۔ روحانیت کو مادیت کے بوجھ تلے نیچے دبا کر پامال کر دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ انہیں کے بعض شعراء ان کی اس مادیت پرستی سے تڑپ اٹھتے ہیں اور یوں گویا ہوتے ہیں: "The world is too much with us". In this Poem, Wordsworth, The Poet of Nature criticises The materialistic outlook of The People."

اگرچہ یہ تہذیب بڑی دلفریب ہے لیکن روح کو گرفتار کر کے اسے پرواز سے محروم کر دیتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

گرچہ ہے دل کشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار
طائرکِ بلند بال دانہ و دام سے گزر

جس تہذیب کا مقصود اور نصب العین محض مادیت ہو وہ بالآخر تباہی کے گڑھے میں گرتی ہے۔ مادیت کی محافظت اگر روح کے سپرد نہ کی جائے تو یہ خود اپنے کو تباہ کر دیتی ہے۔ یورپی تہذیب کا بھی یہی حال ہے ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اپنی قوم کو تہذیب مغرب سے ان الفاظ میں خبردار کرتے ہیں ؎

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہگذرِ سیلِ بے پناہ میں ہے

قرآن کریم کے بیان کے مطابق قوم عاد و ثمود مادی ترقی کی بامِ عروج تھیں۔ انہوں نے بڑے بڑے پہاڑوں کو اپنی کوٹھیاں بنا لیا "تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا" لیکن وہ اسی ترقی پہ ایسے لٹو ہوئے کہ اپنے رب کو بھی بھول گئے اور انہوں نے اپنے زورِ بازو پہ اتراتے ہوئے "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" کا چیلنج دے دیا۔ انہیں یہ خیال نہ رہا کہ "اَوَلَمْ [یَرَوْا] اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً" کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے، ان کی تہذیب مٹ گئی ہے اور

اس کے فقط آثار باقی رہ گئے۔

اسلام کی نظر میں زندگی کا مقصد

اسلام کی نظر میں زندگی کا اولین مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات)

عبادت کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً عبادات، اخلاق، معاملات، آداب وغیرہ۔ ہر مسلمان پر ان کی پابندی ضروری ہے۔ وہ قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں اس کے لئے جوابدہ ہوگا۔ اس بندگی میں اگر اس نے کامیابی حاصل کر لی تو جنت میں جائے گا ورنہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اسلام نے زندگی کا جو نصب العین پیش کیا ہے وہ اس بات کی مطلقاً اجازت نہیں دیتا۔ کہ انسان دنیا کے ساز و سامان پر ریجھے۔ انسان کی آخری منزل آخرت ہے، مادی سامان اس منزل کی طرف سفر کرنے میں ممد و معاون تو بنتے ہیں لیکن وہ زندگی کا مقصود کسی صورت نہیں بنتے۔ خداوندکریم کا عظیم احسان ہے کہ اس نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے زندگی کا بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کی کتابِ زندگی کی ایک ایک بات ہمارے سامنے روشن ہے۔ اس لئے ہمیں ان کے اسوہ پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۵ (الاحزاب)

زندگی اور اعتدال

اسلامی زندگی سراپا عمل ہے لیکن اس کے باوجود یہ معتدل زندگی ہے۔ تعیش اور لذت پرستی کو اعتدال سے کوئی تعلق نہیں۔

اسلام نے ہر بے اعتدالی سے منع کیا ہے چاہے غم کی ہو یا خوشی کی۔ رنگ رنگ کے لباس میں ہو یا کسی دوسری چیز میں، کھانے پینے میں ہو یا پوشاک اور رہائش میں، فضول خرچی کی زد میں آتی ہے جو حرام ہے۔ کھانے کے بارے میں واضح ہدایات دیں:

۱۔ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔

۲۔ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۵

۳۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا۔

لباس کے بارے میں فرمایا۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ کہو کس نے اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاک صاف چیزیں حرام کیں۔

اسلام زندگی کو بے کیف نہیں بناتا، کھیل کود کی اجازت ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے مفید نتائج برآمد ہوں۔ غنا۔۔۔ موسیقی کی بھی اجازت ہے لیکن صرف وہ غنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کرے، اور برائی کی طرف نہ اُکسائے۔ خوش آوازی اللہ تعالیٰ کی دین اور نعمت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ شریعت سادہ گانے سے نہیں روکتی۔ اس کے ساتھ اگر دف بجایا جائے جو نہایت سادہ ساز ہے تو مباح ہے لیکن اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسلامی تہذیب کا اصل الاصول یہ ہے کہ غم اور خوشی کے درمیان اعتدال قائم رہے۔

اسلام کا تصورِ حیات

تہذیب سے راحت کا گہرا تعلق ہے۔ اس لئے کہ ذہن و بدن کے لئے راحت و آرام کی بھی ضرورت ہے۔

اسلام نے راحت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ دیگر اقوام سے بالکل الگ اور جداگانہ ہے، اسلام نے بتایا ہے کہ حقیقی راحت اور طمانیت قلب اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (القرآن) ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے اس سے کبھی راحت میسر نہیں ہو سکتی۔

بعض اقوام چنگ و رباب اور عریانی میں راحت ڈھونڈتی ہیں وہ فریب خوردہ ہیں۔ اس راحت کی مثال افیون کی راحت ہے جو اندر ہی اندر بدن کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ پھر بھی ایسی طلسم کار ہے کہ جب تک قانون اس کے مقابلے پر نہ اٹھے لوگوں کا اسیر فریب کئے جاتی ہے۔ چنگ و رباب اور عریانی سے لوگوں میں ایسا غیر محسوس ارتعاش پیدا ہوتا ہے جو بالآخر قلبی اور اعصابی کمزوری کا سرچشمہ بن جاتا ہے، دل کی قوت سکون میں ہے، ہیجان اور جذباتی طوفان میں اس کی ہلاکت ہے۔ اللہ کی یاد سے حاصل ہونے والی راحت دل پر گہرے اور دیرپا اثرات چھوڑتی ہے۔ اس سے قلبی اور اعصابی قوت حاصل ہوتی ہے جو مردانہ اوصاف اور ذہنی کمالات کی کفیل ہے۔

جن اصحاب کو حقیقی راحت کا تجربہ ہو جائے وہ مصنوعی راحت اور اس کے سامانوں سے مکدر ہوتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی تو گویئے کی آواز کوے کی آواز لگتی ہے

موجودہ دور میں قلبی کمزوری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ لوگوں کو حقیقی سکون حاصل نہیں۔ وہ راحت حاصل کرنے کے لئے مادی سامانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن ان سامانوں میں راحت کہاں؟ البتہ راحت کا سراب ضرور ہوتا ہے۔

(اسلامی نظام حیات از شیخ محمد اقبال)

اسلامی تہذیب وہی ہو سکتی ہے جو زندگی کے نصب العین یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور آخرت کی تیاری میں مدد دے۔ وہ مشاغل جو عمل اور اولوالعزمی کی طرف دعوت نہ دیں اور جن میں وقت ضائع ہو وہ اسلامی تہذیب کا جزو نہیں ہو سکتے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ بیکار مشاغل میں حصہ لینا ضعفِ ایمان کی دلیل ہے۔

(باقی آئندہ)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واکیٹ مبنی

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۸ جنوری ۱۹۶۹ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۴)

وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا ۔ اور وہی اللہ جانتا ہے جہاں وہ ٹھیرتا ہے ۔ اور وہی اللہ جانتا ہے جہاں وہ سونپا جاتا ہے ۔ فرمایا مستقر میں بھی جانتا ہوں، مستودع میں بھی جانتا ہوں ۔ اس کی تفسیر میں علماء نے بہت سے اقوال فرمائے اور وہ سارے کے سارے قرآن کا حسن ہیں ۔ مستودع اور مستقر کے متعلق ایک قول علماء کا یہ ہے مفسر ابو سعود وغیرہ نے فرمایا کہ مستقر سے مراد، انسان جب اپنے باپ کی پشت میں ہوتا ہے، پشتِ پدر۔ یہ ہے مستقر ۔ اور مستودع سے مراد رحمِ مادر ۔ جب انسان اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے ۔ فرمایا کہ اے انسان! تُو سمجھتا ہے کہ جب میں کیک پیسٹری کھاتا ہوں تب یہ رزق ہے؟ نہیں، تیری تربیت تو بڑے زمانے سے ہوتی چلی آتی ہے ۔ میرے بھائی! ہم سب اولادوں والے ہیں، اللہ تعالےٰ بے اولادوں کو اولاد نصیب فرمائے ۔ اور جن کی اولادیں ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو نیک صالح فرمائے ۔ جب توالد اور تناسل کا سلسلہ قائم ہوتا ہے تو پشتِ پدر سے جو چیز منتقل ہوتی ہے رحمِ مادر میں، اس میں حیات ہے یا نہیں؟ اگر حیات نہیں تو آگے انسان کیسے بنا؟ اگر حیات ہے تو اس میں زندگی کس نے پیدا کی؟ اللہ نے پیدا کی ۔ پھر رحمِ مادر میں آ کر بچہ جب نو مہینے تک عموماً پلتا رہتا ہے، چار ماہ تک اس میں روح نہیں ہوتا ۔ چار ماہ کے بعد پھر روح اس میں ڈالا جاتا ہے ۔ (ہمارے مطابق) ویسے روح تو پہلے ہی سے ہوتا ہے ۔ روح سے مراد کیا ہے؟ حیات ۔ حیات ہے تو کبھی وہ کبھی خون کی بوند بنتا ہے، پھر ہڈی بن جاتا ہے، پھر اس پہ گوشت چڑھتا ہے ۔ یہ سب حرکتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ حرکت کے بغیر تو کچھ نہیں ہوتا ۔ حرکت ہی کا نام تو حیات ہے ۔ بلکہ اس سے بھی واضح قرآن نے دوسری جگہ فرمایا ۔ ھُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ (النجم ع۳) اے انسان! میں تجھے خوب جانتا ہوں ۔ جب تُو زمین سے اُگ رہا تھا، میں اس وقت بھی تجھے جانتا تھا اور جب تُو ماں کے پیٹ میں چھپا ہوا تھا، جنین تھا، اس وقت بھی میں تجھے جانتا تھا ۔ میرا علم؟ یہ جو باہر گندم کے فصل ہیں اس میں آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا اُگ رہا ہے؟ گندم کے دانے؟ نہ جی، ان گندم کے دانوں میں کتنے مولوی اُگ رہے ہوں گے، کتنے وزیر اُگ رہے ہوں گے، کتنے ڈاکٹر اُگ رہے ہونگے، کتنے انجنیئر اُگ رہے ہوں گے، کتنے امیر، کتنے فقیر ۔ یہ گندم کے دانے نہیں ہیں، ان میں بہت کچھ ہے ۔ اور پھر آگے چل کر یہ انسان بنیں گے ۔ اس وقت بھی رب العالمین جانتا ہے کہ ان گندم کے دانوں میں کیا ہے؟ ان پودوں میں کیا ہے، ان مٹی کے ڈھیلوں میں کیا ہے؟ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۔ جب تم کو میں زمین سے اُگاتا ہوں اس وقت مجھے پتہ ہوتا ہے کہ تم کس طریقے پہ آ رہے ہو، اور میں اس وقت بھی تمہیں جانتا ہوں اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ جب تم اپنی ماں کے رحم میں جنین ہوتے ہو ۔ جنین کا معنیٰ، چھپی ہوئی چیز ۔ جنت نظر نہیں آتی تا اسی لئے جنت کہتے ہیں اور جن کو جن کہتے ہیں، نظر نہیں آتا، اور مجنوں کو بھی جنون کہتے ہیں، جنون بھی پاگل ہو جاتا ہے، اسے کچھ نظر نہیں آتا، بات میں تمیز نہیں کر سکتا ۔ اور ماں کے رحم میں حمل کو بھی جنین کہتے ہیں ۔ فرمایا کہ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ ۔ اس وقت بھی میں تجھے جانتا ہوں اور تجھے رزق پہنچاتا ہوں ۔ رزق کے مختلف طریقے ہیں ۔ روٹی کھلانا، یہ بھی رزق ہے اور کسی اور طریقے پر تربیت کر دینا، یہ بھی رزق ہے ۔ تو فرمایا ۔ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا ابو سعید فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد کیا ہے؟ باپ کی پشت ۔ اور مستودع سے مراد؟ ماں کا رحم ۔ فرمایا وہاں تو نے کون سا ڈپلومہ حاصل کیا تھا ۔؟ وہاں تُو نے کون سی ملازمت کی تھی؟ وہاں تو نے کون سا ہل چلایا تھا کہ میں تجھے پال رہا تھا اور پھر پیدا ہوتے ہی، قرآن نے کیا فرمایا؟ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۝ وَ ھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۝ (البلد ۸ تا ۱۰) انسان کی پیدائش سے پہلے رب العالمین گوشت کے دو لوتھڑوں میں دودھ کی نہریں پیدا کر دیتے ہیں ۔ فرمایا یہ تُو بناتا ہے کہ میں بناتا ہوں؟ وہاں تُو نے کون سی کاریگری کی؟ وہاں تُو نے کون سا علم کا زور لگایا ۔ تو مستقر سے مراد ایک قول یہ ہے اور مستودع سے مراد ایک قول کے مطابق یہ ہے ۔

اور دوسرا قول یہ ہے مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا ۔ مستقر سے مراد قیامت، اور مستودع سے مراد قبر ۔ فرمایا میں جانتا ہوں کہاں تجھے امانت رکھا جائے گا ۔ تو مٹی میں پڑے گا، قبر میں تجھے دفن کریں گے؟ تجھے کیا پتہ ہے؟ مٹی میں تیری تربیت ہو گی ۔

شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ قبر میں بھی انسان کو رزق پہنچتا رہتا ہے، مرتا نہیں ہے ۔ مرنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ فنا ہو ۔ توفی کا معنےٰ پورا پورا اٹھا لینا ۔ موت کا معنیٰ میرے بھائیو! فنائے کامل نہیں ہے، عدمِ محض نہیں ہے بلکہ ہماری بولی میں بھی تو کہتے ہیں "جی فلاں کا انتقال ہو گیا ہے" انتقال کا کیا معنےٰ ہوتا ہے؟ یا

کہتے ہیں کہ فلاں مر گیا ہے - یہ مرنا تو عامی لفظ ہے اور علمی لفظ ہے انتقال - یعنی ایک جگہ سے نقل ہوا اور دوسری جگہ پہ چلا گیا - پہلے دوڑتا پھرتا تھا یہاں ، اب قبر میں پہنچ گیا - اب وہاں کی زندگی گذار رہا ہے - وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ہ (المؤمن ۱۰۰) اور اس کے بعد پھر قیامت میں ہو گا - شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں - (رحمۃ اللہ علیہ) کہ جس طرح انسان رحم مادر میں تیار ہوتا رہتا ہے دنیاوی زندگی کے لئے اسی طرح قبر میں تیار ہوتا رہتا ہے قیامت کی زندگی کے لئے - قبر کو تشبیہ دی آپؒ نے رحم مادر کے ساتھ -

تو فرمایا - میں جانتا ہوں تیرا مستقر کون سا ہے ؟ قیامت کے دن تُو کدھر جائے گا ــــ علامہ بغوی ، مفسر بغوی رحؒ جنہوں نے تفسیر بغوی لکھی - ہے عربی میں مگر بڑی عمدہ تفسیر ہے - اس میں خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآن کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کے ساتھ کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت عجیب ملکہ عطا فرمایا - ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط (الجمعہ ۴) انہوں نے فرمایا کہ مستقر سے مراد ہے قیامت کا ٹھکانہ کیونکہ جنت کے متعلق فرمایا - حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ہ (الفرقان ۷۶) اور جہنم کے متعلق فرمایا - سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ہ (الفرقان ۶۶) تو مستقر کیا ہے ؟ قیامت کا فیصلہ - فرمایا کہ اے انسان ! تیری قیامت کے فیصلے کو میں جانتا ہوں کہ تُو جنت میں جائے گا یا جہنم میں جائیگا - اور مستودع کو بھی میں جانتا ہوں - تجھے کہاں رکھا جائے گا تیرے مرنے کے بعد ، تُو کچھ نہیں جانتا - مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط (لقمان ۳۴) تیرا مستودع کون سا ہے ؟ میں جانتا ہوں ، کسی کو قبر میں دفن کرا دیا - تو وہ تو بھائی آج کل خوش نصیب ہیں جن پر آج کل جنازے پڑھے جائیں - چند بھائی جن کے لئے دعائے مغفرت کریں ، جو گھر بن کر ساتھ جائیں وہ تو خوش نصیب ہیں -

امام احمد بن حنبل رحؒ فرماتے ہیں حدیث کی روشنی میں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس انسان کی میت پر کم از کم چالیس مسلمان نمازِ جنازہ پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں - حدیث آتی ہے - اس لئے امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ جنازے پر کم از کم چالیس آدمی لے جایا کریں - اگر ویسے نہ ملیں تو مزدوری دے کر لے جایا کرو کہ خدا کے سامنے جا کر درخواست کریں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَآئِبِنَا ــــ تو جنازہ کیا ہوتا ہے ؟ دعائے مغفرت ہی ہے -

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس دور میں جب کہ انسان اللہ کا نافرمان ہو چکا ہے - صحیح حدیث آتی ہے - حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اپنی ذمہ داری کو کچھ ڈھیلا کر دیتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ کس وادی میں جا کر وہ ہلاک ہو جائے . آج دیکھ لو انسانیت کس طرح ذبح ہو رہی ہے ــــ تو خوش نصیب ہیں وہ جن کے جنازے پڑھے جائیں ، خوش نصیب ہے وہ جس کو قبر میں جگہ مل جائے ، مٹی میں جگہ مل جائے ، وہ خوش نصیب ہے ورنہ آج تو دیکھئے لاشوں کا پتہ ہی نہیں چلتا ــــ فرمایا میں جانتا ہوں مرنے کے بعد تُو نے کہاں جانا ہے ؟ تیرا مستودع کون ہے ؟ وہ جو آسٹریلیا کا وزیرِ اعظم تھا ، اس کا مستودع کیا تھا ؟ مچھلی کا پیٹ - جانسن نے نکال لیا وہاں سے ؟ اتنے بڑے ملک آسٹریلیا کا وزیر اعظم ، اسے پتہ تھا کہ میں کہاں جاؤں گا ؟ اپنے مستودع کو نہیں سمجھ سکا - اللہ جانتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہو گا ــــ ایک مچھلی کے پیٹ میں جائے گا - وہاں تو اب تیل ویل بھی بن چکا ہو گا - فرمایا - يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ــــ ایک قول یہ بھی ہے - اس کے سوا اور قول بھی ہیں مگر وقت تھوڑا ہے اسی پہ اکتفا کرتا ہوں -

كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہ فرمایا یہ ساری کی ساری باتیں روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہیں - اس لئے اتنے عظیم خدا پر اعتماد رکھو اور رزق کے مسئلہ میں بہت زیادہ پریشانی نہ اٹھاؤ ، رزق کے لئے خداوند تعالیٰ کو ناراض نہ کرو - یہ سمجھے جو رزق دیا جاتا ہے اس رزق میں تو عبرت ہے ــــ اُسی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان میں فرمایا ــــ ہمارے سامنے تو بھائی یہی چیزیں مبلغ علم ہیں ، ہم تو طالب علم ہیں ــــ فرمایا ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک ہمہ در کار اند
تا تو نانِ بکف آری و بہ غفلت نہ خوری
ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

فرمایا - انسان ! یہ بادل ، یہ ہوا ، یہ چاند ، یہ سورج ، یہ سارے کے سارے تیرے لئے فرمانبردار ہیں - کیوں ؟ ؏

تا تو نانِ بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

یہ تیری روٹی پیدا کرتے ہیں - یہ اللہ نے تیرے لئے خادم لگا رکھے ہیں ــــ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (لقمٰن ۲۰)

لیکن ؎

ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

یہ سارے کے سارے تیرے لئے فرمانبردار ہیں ، تو بتا پھر تُو خدا کا کتنا حکم مانتا ہے ؟ ؏

شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

تو فرمایا - كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ہ یہ ساری کی ساری باتیں میں نے روشن کتاب میں لکھ دی ہیں - اس سے مراد لوح محفوظ ہے - تیرا رزق ، تیری عمر ، تیرا آنا ، تیرا جانا ، یہ سب کچھ اللہ فرماتے ہیں میں نے لکھ دیا ہے - اس لئے ان مسئلوں میں پھنس کر میری یاد سے غافل نہ ہو - بلکہ میری یاد کی طرف تُو متوجہ ہو - اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے -

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں -

بقیہ: مجلس ذکر

اترتے ہیں، میں نے دل میں کہا کہ کون بدنصیب انسان ہے کہ دوپہر کا وقت ہے، غضب کی گرمی پڑ رہی ہے، یہ ان ٹیلوں پر کیا کرتا ہے؟ کبھی ایک ٹیلے پر، کبھی ایک پہاڑی پر — مجھے رحم آیا کہ یہ کون ہے؟ انتظار میں رہا، واپس ہوئے۔ دیکھا تو وہ امیرالمومنین عمرؓ ہیں۔ اٹھ کھڑے ہوئے، ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا "میرے ماں باپ تجھ پر عمرؓ! قربان ہوں۔ امیرالمومنین کو کیا مجبوری تھی کہ اس دوپہر کے وقت ایک پہاڑی سے دوسری پر اور دوسری سے تیسری پر؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "عثمانؓ، بیت المال کا اونٹ کھو گیا تھا، میں اس کی تلاش میں گیا تھا" — فرمایا — مجھ جیسے ہزاروں تیرے غلام موجود تھے، ہمیں حکم دیتے، ہدایت فرما دیتے" فرمایا "نہیں، یہ ذمہ داری میری ہے۔ تیری نہیں تھی۔ قیامت کے دن سوال ہوگا تو مجھ سے ہوگا کہ عمر! تو نے کیا کیا؟

حضرت عمرؓ کی غریب پروری کا ایک واقعہ

ایک بیوہ اپنے بچوں کو لے کر سامنے آئی اور کہا کہ "عمرؓ کہاں ہے؟" لوگوں نے کہا۔ "یہ سامنے جو بیٹھے ہیں یہی عمرؓ ہیں، امیرالمومنین یہ ہیں"۔ اُٹھ کر آئے پوچھا "کیا تکلیف ہے؟ آپ کو؟" کہا کہ میرے گھر کھانے کو کچھ نہیں ہے، یہ میرے اتنے بچے ہیں، پہننے کے لئے کچھ نہیں ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا، "تو اس کی بیوہ نہیں ہے جو اس جہاد میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہو گئے تھے؟" کہا "ہاں اس کی بیوہ ہوں"۔ اپنے توشہ خانہ میں پہنچے۔ وہاں سے چاول لئے، آٹا لیا، گھی لیا، کپڑے لئے، ایک اونٹ پر لاد لئے، مہار ہاتھ میں ہے، جا رہے ہیں۔ صحابہؓ نے کوشش کی اور کہا "امیرالمومنین! ہمیں دے دیجئے، ہم پہنچا دیں گے، آپ ساربان بنے ہوئے ہیں اس وقت؟" — فرمایا "نہیں نہیں، یہ ذمہ داری میری ہے، اس کا حق مجھ پر ہے اور میں

اس کو خود ادا کرنا چاہتا ہوں"۔

حضرت عمر فاروقؓ کی عظمت

ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس کھجوریں تھیں، ایک مائی آ گئی، تھال میں کھجوریں تھیں، کہا۔ "امیرالمومنین کہاں ہے؟" کسی نے کہا وہ سامنے بیٹھے ہیں"۔ نماز پڑھا کر بیٹھے تھے، صبح کا وقت تھا کہا کہ "یہ کھجوریں ان کو پہنچا دیجئے"۔ تھال میں کھجوریں تھیں — حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی پاس بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک کھجور اٹھا کر دے دی۔ پھر فرمایا "اور بھی کھانا چاہتے ہو؟" — کہا "ہاں"۔ ایک اور بھی اٹھا کر دے دی۔ فرمایا "اور بھی کھانا چاہتے ہو؟" کہا "ہاں، چاہتا تو ہوں"۔ فرمایا۔ نہیں۔ رات تو میں نے دو ہی دیکھی ہیں، دو میں نے دے دیں — رات تمہیں دو ملی تھیں، میں نے تمہیں دو دے دیں۔ اگر رات تمہیں تین ملتیں تو میں تمہیں تین دیتا" — لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا "یہ کیا بات ہے؟" فرمایا "رات عمرؓ نے خواب دیکھا ہے رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں کھجوریں ہیں۔ حضورؐ نے ایک کھجور دے دی حضرت علیؓ کو، اور فرمایا۔ "اور چاہتے ہو؟" حضرت علیؓ نے کہا "اور بھی چاہتا ہوں" ایک اور بھی رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دے دی" تو حضرت عمرؓ اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ رات تمہیں رسالتمآبؐ نے دو کھجوریں دی تھیں تو میں نے بھی تمہیں دو دے دیں، اگر وہ تین دیتے تو میں بھی تین دے دیتا۔

عظمتِ فاروقؓ کی دوسری شہادت

حضرات! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، کتنی بڑی ذمہ داری تھی؟ کتنا اونچا مقام تھا؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ "میں بہشت میں گیا تھا، میں نے تیرا مقام وہاں دیکھا، تیری کوٹھی وہاں دیکھی، تیرا مکان دیکھا۔ مجھے بڑا اچھا لگا باہر سے اور

میرا جی چاہتا تھا کہ میں اندر جا کر دیکھ لوں لیکن عمر! مجھے خیال آیا کہ تجھے غیرت آئے گی، اس لئے میں اندر نہیں گیا" — حضرت عمرؓ رو پڑے اور عرض کیا "حضور! میں آپ کے جانے کی وجہ سے غیرت کرتا؟"

حضرت بلالؓ کا رتبہ

اسی طرح حضرت بلالؓ کو ایک دن رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "بلال! جب میں بہشت میں جاتا ہوں — تیری جوتی کی آواز سنائی دیتی ہے، تو کیا کام کرتا ہے؟" حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا "حضورؐ! اور تو کچھ بھی نہیں کرتا۔ جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نفل پڑھتا ہوں (جس کو ہم تحیۃ الوضو بھی کہتے ہیں، تحیۃ المسجد بھی کہتے ہیں)۔

حضرت عمرؓ کی دوراندیشی کا ایک واقعہ

یہ مقامات تھے اُن صحابہ کے اور یہ ذمہ داری تھی اُن صحابہ کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین تھے۔ آپ کو معلوم ہے۔ یہ سوادِ عراق، یہ تمام علاقہ فتح ہوا۔ سینکڑوں مسلمانوں نے اپنا خون بہایا تھا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت زبیرؓ اصرار کر رہے تھے حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ آپ ان مجاہدین پر سواد کا تمام علاقہ تقسیم کر دیجئے۔ ان کو مربعے دے دیجئے، یہ ان کی جاگیر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا کہ میں ایک مجاہد کو، ایک سرفروش کو ایک معمولی رتبہ بھی نہیں دینا چاہتا اختلاف ہوا۔ بعض صحابہؓ فرماتے تھے کہ امیرالمومنین کی رائے ٹھیک ہے، بعض صحابہؓ فرماتے تھے کہ نہیں، تقسیم ہونی چاہئے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو خیبر کی زمین کو تقسیم کیا تھا! آپ بھی تقسیم کر دیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی رائے تھی کہ تقسیم نہ کیجئے۔ حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور سورۂ حشر کی وہ آیات پڑھیں جن میں رب العالمین نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

(پ ۲۸ س الحشر ع ۱ - آیت ۱۰) یہ غنائم جو میں نے دی ہیں اور دے رہا ہوں - یہ صرف ان لوگوں کے لئے نہیں ہیں جو یہاں موجود ہیں، ان کے لئے بھی ہیں، اور ان کے لئے بھی ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں اور اسلامی برادری میں ملنے والے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے تقریر کرکے فرمایا۔ "اگر میں نے تمہیں یہ رتبہ دے دیا اور تمہیں جاگیریں دے دیا، تو اُن غریب مسکین مسلمانوں کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہ رہے گا جو تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ تم تو زمیندار بن جاؤگے، یہ بات تو ٹھیک ہے جاگیریں تمہارے پاس ہو جائیں گی، تم تو خوب کھاؤ پیوگے لیکن جو آنے والے ہیں اُن مساکین کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہوگا" ـــــ مخالفین اور موافقین سب نے اتفاق کر لیا - یہ واقعہ اکثر کتابوں میں ہے کہ امیرالمومنین نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے امتِ محمدیہ پر -

استقامت کی تعریف

خیر، غرض میری یہ ہے کہ قرآن شریف یہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ (ہم سب کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے حتیٰ کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، ایک عیسائی بھی پکارتا ہے تو وہ رب رب، یا اللہ اللہ کہتا ہے) لیکن صرف اتنا کہنا کہ رب ہمارا اللہ ہے' خدا کے ہاں یہ قابلِ تعریف چیز نہیں۔ ایمان لانا بھی قابلِ تعریف نہیں ہے۔ ہاں قابلِ تعریف ہو سکتا ہے اگر ہم اس پر قائم رہیں ـــ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا - ہم نے کہا رب ہمارا اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے۔ قائم رہنے کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی طرف آپ کو سوائے خدا کے التفات نہ رہے، نہ کسی فقیر کی طرف التفات رہے نہ کسی امیر کی طرف، نہ کسی کمزور کی طرف التفات رہے نہ کسی زور آور کی طرف، نہ کسی سے طمع ہے نہ امید ہے نہ توقع ہے، نہ خوف ہے نہ ڈر ہے، نہ اعتماد ہے، نہ بھروسہ ہے۔ بھروسہ ہے تو اللہ پر ہے۔ توقع ہے تو اللہ پر ہے، خوف ہے ڈر ہے تو اللہ سے ہے، توجہ ہے پوری تو اللہ کی طرف۔ یہ استقامت کے معنیٰ ہیں۔

معجزات اور کرامات کا تطابق

تو ہم یہ دیکھتے ہیں۔ آپ نے علماء کو بھی دیکھا اور دیکھتے رہیں گے (انشاء اللہ تعالےٰ) یہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں روشن چراغ ہیں۔ علماء بھی ہوں گے صلحاء بھی ہوں گے۔ اور عجیب عجیب واقعات سننے میں آئیں گے۔ بلکہ ہمیں تو یہ توقع ہے (اور یہ توقع رکھنی بھی چاہیئے) کہ جس قسم کے معجزات ہم نے رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھے اور سنے ہیں اس قسم کی کرامات بھی امتِ محمدیہ میں ہونی چاہیئں ہمارا عقیدہ تو یہی ہے ـــ جس قسم کے معجزات ہم نے رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھے اور سنے ہیں اس قسم کی امتِ محمدیہ کے اولیاء اور صلحاء میں ہونی چاہئیں۔ اس لئے کہ امت محمدیہ کا ایک ایک ولی بھی اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت پر شہادت ہے' تصدیق ہے۔ اگر اس قسم کی کرامات امتِ محمدیہ کے اولیاء اور صلحاء میں نہ ہوں تو ہمیں شک پڑ جائے گا کہ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیضان کہیں بند تو نہیں ہو گیا؟ وہ بند ہونے والا نہیں ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ، اک دیا اور بجھا
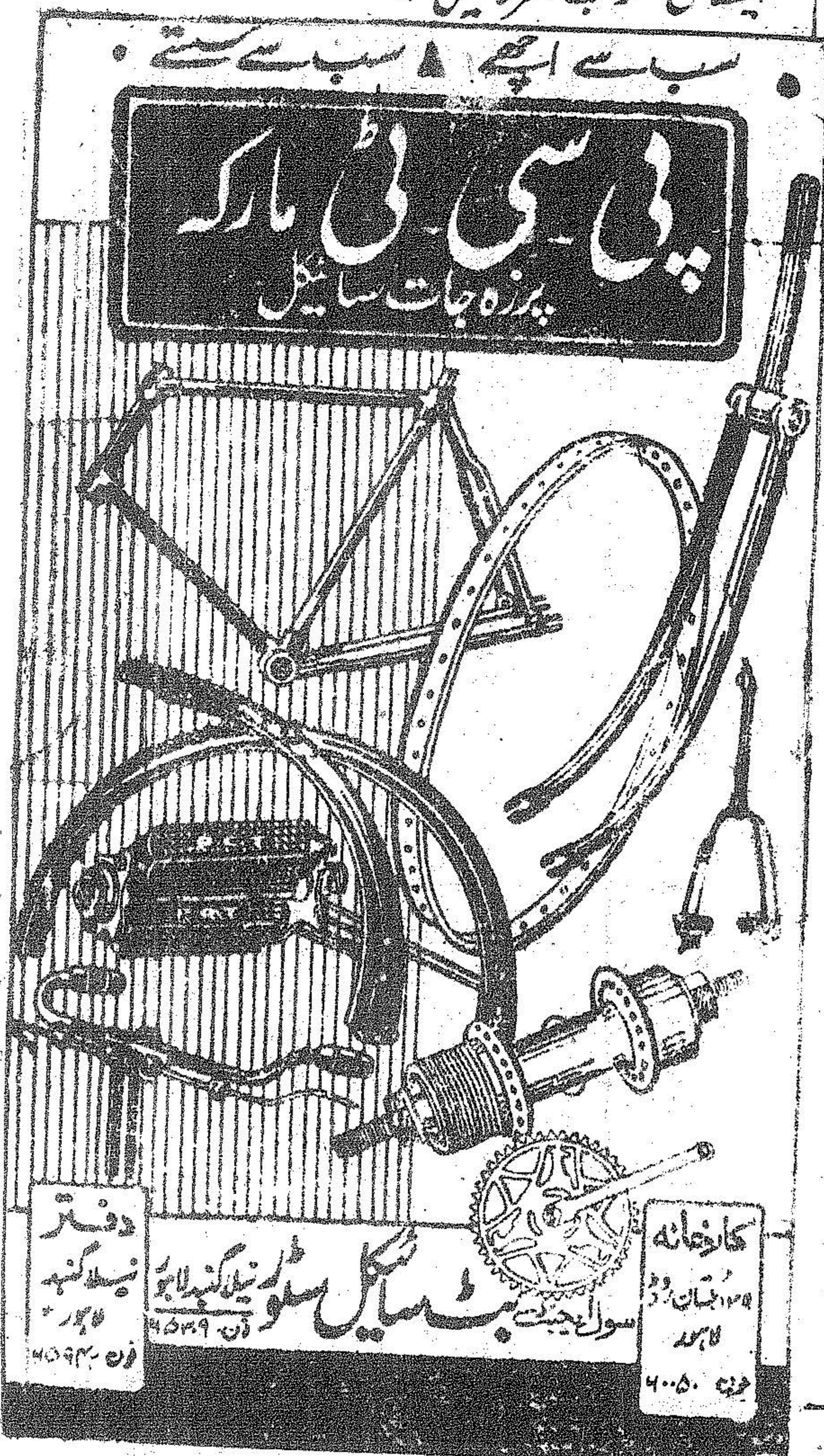
امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی نوّر اللہ مرقدہٗ کے محبوب خلفاء میں سے تھے۔ آپ ایک عرصہ تک مدرسہ عربیہ دارالھدیٰ چوکیرہ میں صدر مدرس رہے اور آج کل مسجد فاروق اعظم سرگودھا کے خطیب اور اسی مسجد میں قائم مدرسہ کے مہتمم تھے۔ یہ مسجد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کوششوں سے تعمیر ہوئی، انہیں کی مساعی جمیلہ سے روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن تھی - اور انہیں کا صدقہ جاریہ ہے -

حضرت شاہ صاحبؒ علم و فضل کا محبوب پیکر اور سادگی و تواضع کا نہایت ہی دلکش مجسمہ تھے۔ طبیعت اس قدر باغ و بہار تھی کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی باغ و بہار ہو جاتا تھا۔ سچ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر قلب کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی تھی اور ان کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے ؎

بہت لگتا تھا جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

افسوس یہ انجمن رخصت ہو گئی - اور اس چلتی پھرتی بزم علم و عمل سے اکتسابِ فیض کرنے والے حسرت و غم کا مجسمہ بنے اپنی حرماں نصیبی کا ماتم کر رہے ہیں - ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت شاہ صاحب کو اپنے ناناؐ کی آغوشِ رحمت میں ضرور جگہ دی ہوگی اور وہ اپنے محبوب بزرگوں سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے دامن میں جنّت کی ہوائیں کھا رہے ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ حضرت شاہ صاحبؒ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے - آمین

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ شاہ صاحبؒ کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب فرمائیں -

اسلام اور موجودہ نظریاتی کشمکش

محمد سلیمان استاذ جامعہ مدنیہ کیمبلپور

آج ہمارا ملک ایک عجیب سیاسی بحران میں مبتلا ہے۔ ستمبر ۶۵ء کے جہاد سے تمام دنیا کے اندر اس کی جو ساکھ قائم ہوئی تھی۔ اندرونی اور بیرونی طور پر رب العالمین نے غائبانہ امداد سے دنیا کی اس سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی جو لاج رکھی تھی اس کے شکریہ کے طور پر چاہئے تو یہ تھا کہ جس اللہ نے فتح دی اس کی زیادہ سے زیادہ اطاعت کی جاتی کہ اللہ نے ہمیں ہر ایک موقعہ عنایت فرمایا تھا۔

عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔

اللہ تعالےٰ نے دشمن کا حملہ پسپا کر کے انہیں ذلیل و رسوا کر کے ملک پھر سے ہمیں دیا کہ میں دیکھوں تم کیا گل کھلاتے ہو۔ لیکن ہم نے اس عظیم فتح کا جو شکرانہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا وہ ہم سب کو معلوم ہے۔

اس ناشکری اور اس طرح کے بنیادی وعدوں سے روگردانی کی سزا میں عرصہ سے جو لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا آج باہر نکلا۔ جس کو روکنے سے صاحبِ اقتدار بھی عاجز آ گئے۔ اور اس وقت پورا ملک عجیب حالات سے دوچار، اندرونی خلفشار میں مبتلا اور اقتدار کی جنگ میں پریشان ہے۔ اللہ ہی ہماری اس ناؤ کو خیریت سے کنارے لگائے۔ اور اس کے مسافروں کو سرخروئی نصیب فرمائے۔ اور یہ جب ہی ہے کہ کمزور و ضعیف اور ناتواں انسان اپنی محدود عقلوں کے بنائے ہوئے نظامِ حیات کو اپنا نجات دہندہ نہ سمجھے بلکہ مخلوق کی سب ضروریات سے اچھی طرح واقف خدا، جس کے سب کاموں میں خیر ہے۔ اس کے قانون کو ایک دفعہ اپنے اوپر نافذ کر کے تو دیکھے —

نہ معلوم لوگوں نے اسلام کو کیوں ہوا سمجھ لیا ہے۔ اسلام تو دینِ فطرت ہے اور انسان کی تخلیق ہی فطرت پر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ہم جتنا فطری قانون سے جان چھڑانے کی کوشش کریں گے، اتنا ہی مصائب سے دوچار ہوں گے۔ مزید برآں اللہ کی ناراضگی بھی ہو گئی تو ایسے اندھیروں میں پھنس جائیں گے کہ جن سے نکلنا کارے دارد۔ اللہ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے۔

یہ کوئی اتنا معمہ یا عقدہ لاینحل نہیں۔ ذرا غور و فکر اور احساس و تفکر کی بات ہے۔ جب بات سمجھ میں آ گئی تو سارے کام آسان ہو جائیں گے۔ اسلام ہمیں تفکر و تدبر کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام حریت پسند ہے۔ زبردستی اگر اللہ منوانے پر آ جائیں تو کفار مشرکین کی کیا مجال ہے حرکت تو کرے۔ چہ جائیکہ مسلمان!

افلا یتدبرون القرآن، کیا یہ قرآن میں اللہ کے نازل کردہ آخری قانون اور نظامِ حیات میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اور علیٰ قلوب اقفالھا۔ آیا ان کے قلوب آلائشوں اور گندگیوں میں گھر کر مقفل تو نہیں ہو چکے — آیئے آج کی محفل میں ہم ذرا تھوڑی دیر بیٹھ کر سر جوڑ کر قرآنی نظام، اسلامی نظام اور محمدی نظام کے بارے میں گول میز کانفرنس تو کر لیں۔ دنیا کا قاعدہ کہ کل جدید لذیذ۔ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے اور دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ آج پوری کائنات کے اندر کوئی خبر اگر قانونی شکل میں، اصولی شکل میں، کسی نے مفکر کے وضع کردہ فلسفہ میں، کسی کے معاشرتی نظام میں ہے یا کوئی ازم کوئی اچھی بات پیش کرتا ہو تو ہمارا دعوےٰ ہے کہ وہ اس نے اسلام سے سرقہ کی ہے۔ مسلمان اپنے گھر سے واقف نہیں دوسروں کی بلڈنگوں اور رنگ روغن کو دیکھ دیکھ کر رال ٹپکا رہا ہے۔ اللہ سمجھ دے — کبھی سرمایہ داری کے خلاف نعرہ بازی ہوتی ہے، کبھی دولت کی مساوی تقسیم پر دھواں دھار تقاریر جھاڑی جاتی ہیں۔ کبھی سوشلزم کو اور کبھی کس ازم کو سامنے لایا جاتا ہے۔ ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔ جس کو صحیح چیز سمجھ نہیں آتی اسے افہام و تفہیم سے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ احسن طریق سے اصل چیز سے اسے آگاہ کیا جائے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہمیں اسلام کے سمجھنے والوں، حاملینِ دین، علماء امت سے تو چڑ ہے اور دعوےٰ یہ ہے کہ ہم قرآن و سنت کے حامی ہیں، اسی کا نفاذ چاہتے ہیں۔ یہ عجیب منطق ہے، تمہاری زندگیاں یا تو پرواز کرنے میں گزریں یا پھر اسلام سے دور کسی اور وادی میں۔ پھر وہ کونسا اسلام ہے جسے آپ نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ جن کی پوری پوری زندگی اسلام میں گذری، جن کا اوڑھنا بچھونا اور وظیفہ حیات اسلام ہے۔ انہیں تو آپ قابلِ التفات نہیں سمجھتے۔ تو پھر جو اسلام آپ پیش کریں گے اسے ہم چلنے نہیں دیں گے۔ اللہ کے نام پر لئے ہوئے ملک میں اللہ کا قانون ہی چلے گا۔ وہ کون سی بہتری ہے جسے کسی ازم کے تحت پیش کیا جا رہا ہے اور وہ اسلام میں نہیں۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔

آج سے چودہ سو سال پہلے فرما دیا کہ میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور ظاہر بات ہے کہ دین اسلام ہی قیامت تک باقی رہے گا۔ جب اللہ نے کامل فرما دیا۔ تو پھر آپ کو کیسے کمی نظر آ گئی۔ ہاں شاید آپ کو سمجھ نہ آئی ہو ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں۔

آزادیٔ وطن کے ایک عظیم مجاہد حضرت مولانا حافظ محمد شفیع سنکھتروی کی وفات

سلطان المناظرین حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی حکیم حافظ محمد شفیع صاحب سنکھتروی ۱۰ ذیقعد ۸۸ھ مطابق ۲۹ جنوری ۶۹ء بروز بدھ صبح سویرے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرۃ پیر جماعت علی شاہ ثانی صاحبؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ فن طب میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ آزادی وطن کی تحریکوں میں ہر موقع پر پیش قدم رہے۔ تحریک کشمیر میں مجلس احرار اسلام کے نظام عمل کے مطابق علاقہ بھر میں تبلیغی دورہ کرکے جامع مسجد میں تقریر کرنے کے بعد ۱۳ر نومبر ۱۹۳۱ء کو گرفتار کئے گئے۔ قید و بند کی صبر آزما مصیبتیں برداشت کرنے کے علاوہ ان کا مکان بھی نیلام کر دیا گیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں ۱۹۵۳ء میں بلند ہمتی کے ساتھ عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ مختلف مکاتیبِ فکر عیسائیوں شیعوں اور آریوں سے متحدہ ہندوستان کے مناظرے کئے۔

ان کی تبلیغی جد و جہد سے دس ہزار غیر مسلم عیسائی مرزائی اچھوتے آریہ وغیرہ مشرف با اسلام ہوئے۔ بہت سے میدان ایسے بھی فتح کئے جہاں آمد و رفت خرچ بھی اپنی جیب سے ادا کیا اولیاء کرام کی طرح ضلع بھر میں تبلیغی سلسلہ کو وسیع معیار پہ جاری رکھا۔ ان کی ہمت مردانہ سے وہ علاقہ مرزائیت کے تباہ کن گڑھے میں گرنے سے بچا رہا۔

اولاد۔ مرحوم و مغفور کے فرزند اکبر پیر طریقت حضرت مولانا مولوی نذیر احمد صاحب ہیں۔ موصوف حکمت اور جملہ علوم دینیہ میں اپنے والدِ محترم کے بہترین جانشین ہیں جامعہ اشرفیہ لاہور اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے سندات حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ فاضل فارسی فاضل عربی کی سندات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ سلطان المشائخ حضرت شیخ التفسیر لاہوریؒ سے دورہ تفسیر مکمل کرکے سند حاصل کی اور سلطان اولیا حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے منازل سلوک طے کرکے خلافت حاصل کی۔ ان کے دوسرے فرزند خواجہ احسان اللہ صاحب فاضل طب حکمت ہیں اور اپنے مطلب میں کام کرتے ہیں۔

تیسرے فرزند خواجہ طیب صاحب جے۔ وی کر کے سکول ماسٹر ہیں۔ اور چوتھے فرزند محمد طاہر سلمہ عمر چھ سات حفظ قرآن کریم میں مصروف ہے۔

مرحوم کے داماد خواجہ ڈاکٹر محمد خالد صاحب راولپنڈی ملٹری ہسپتال میں سروس کرتے ہیں۔

مرحوم ملک ملت کی جو بہترین خدمات انجام دیں قوم کبھی اسے فراموش نہیں کر سکتی قصبہ سنکھترہ میں نہایت ہی عظیم الشان دو منزلہ جامع مسجد تعمیر کروائی صبح شام درس قرآن کریم حدیث نبوی کا درس دیتے رہے ان کے خطبہ جمعہ میں دور دراز سے سینکڑوں مرد عورتیں شامل ہو کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے۔ زہد عبادت میں یگانہ روزگار تھے اور مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فضلاء میں سے تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن سے دیدہ ور پیدا

دعا ہے مرحوم کو اللہ تعالےٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حضرت شاہ صاحب کو صدمہ

شہر قصور کے ممتاز عالم دین اور جامع مسجد کوٹ مراد خاں کے خطیب مولانا سید محمد طیب ہمدانی کے چھوٹے بھائی ایک عرصہ سے شدید بیمار رہنے کے بعد انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پسماندگان میں چار بچے ایک سوگوار بیوی چھوڑ گئے ہیں۔ قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس اور حضرت شاہ صاحب اور دیگر جمیع پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

بچوں کا صفحہ

حضرت عمرؓ کی روحانی پرواز اور سیاسی انداز

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل بہاولپور

حضرت عمرو بن عاص مصر کے گورنر تھے۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ بازار سے ایک جلوس گذر رہا ہے۔ اور اس جلوس کے آگے ایک لڑکی ہے جسے دلہن کی طرح سجایا گیا ہے۔ دریافت کرنے پر کسی نے ان کو بتایا کہ یہاں کا دستور ہے کہ ہر سال ایک نئی نویلی لڑکی کو دلہن بنا کر دریائے نیل کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ جس سے پانی کا دیوتا خوش ہوتا ہے اور دریا میں پانی زیادہ بہتا ہے اور فصلیں ہری بھری رہتی ہیں۔ ورنہ قحط پڑتا ہے۔ حضرت عمرو ابن العاص حیران ہوئے۔ اور اس غیر اسلامی قربانی کو روک دیا اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ کو مرکز میں سارا واقعہ بھی لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے ایک خط دریا کے نام اور دوسرا گورنر کے نام لکھا۔ گورنر کو حکم بھیجا کہ اسلام میں انسانی قربانی جائز نہیں۔ کیونکہ انسان کی قیمت خدا کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ لہذا آئندہ کوئی لڑکی بھینٹ نہ چڑھائی جائے۔ جہاں تک دریا میں پانی کے آنے کا تعلق ہے یہ دوسرا خط دریا میں وہاں ڈال دینا جہاں لڑکی قربان کی جاتی ہے۔

خط کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے :۔

امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے دریائے نیل کے نام!

"اے دریا! ہم سب خدا کی مخلوق ہیں اور دنیا کا کارخانہ اسی کے حکم سے چلتا ہے لہذا تو بھی اس کے حکم سے بدستور چلتا رہ۔ ورنہ یاد رکھ عمرؓ تلوار سے تجھے سیدھا کر دے گا"

بس پھر کیا تھا لڑکی بچ گئی اور خط مبارک بھینٹ کی جگہ ڈال دیا گیا اور خدا کی مہربانی سے آج تک دریائے نیل کبھی خشک نہیں ہوا۔ من کان للہ کان اللہ لہٗ

اسی گورنر عمرو بن العاص کا زمانہ تھا کہ ایک دفعہ گھوڑوں کی دوڑ ہوئی۔ ایک عام لڑکے کا گھوڑا عمرو بن العاص کے لڑکے کے گھوڑے سے آگے نکل گیا۔ شہزادے نے خفت مٹانے کے لئے لڑکے کو کوڑے مارے۔ لڑکا تڑپ کر رہ گیا البتہ ایک خط حضرت عمرؓ کے نام بھیج کر انہیں حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے طرفین کو بلا بھیجا۔ اور ساتھ ہی گورنر کو منگا لیا۔ اور بھری مجلس میں شہزادے کو باپ کے سامنے مظلوم سے کوڑے لگوائے۔ جب شہزادہ پٹ چکا تو آپؓ نے فرمایا۔ کہ اب اس کے باپ یعنی گورنر کو بھی کوڑے لگاؤ۔ لڑکے نے کہا جناب ان کا کوئی قصور نہیں۔ فرمایا اس کی گورنری کی وجہ سے اِس کے لڑکے کو حوصلہ ہوا۔ کہ اس نے تمہیں کوڑے مارے لہذا اسے بھی سزا ملنی چاہئے اور ساتھ ہی گورنر سے کہا کہ تم نے لوگوں کو کب سے قیدی بنا رکھا ہے خدا نے تو ان کو آزاد پیدا کیا تھا — یہ تھی ان کی بصیرت اور وہ بھی روحانی عظمت — اب اس کے ساتھ ہی روحانی پرواز بھی پڑھئے ؎

تو از حکم داور گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

مدینہ میں ایک دن حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے خلافِ معمول دورانِ خطبہ فرمایا۔ یا ساریہ الجبل۔ اے ساریہ! پہاڑی کی طرف دیکھ۔ اے ساریہ! پہاڑی کی طرف دیکھ۔ سامعین حیران ہوئے کہ ساریہ تو محاذ پر کئی سو میل دُور ہیں — دراصل حضرت ساریہ ایک جرنیل تھے جو کئی سو میل دور ایک محاذ پر لڑ رہے تھے جونہی ان کے کانوں میں حضرت عمرؓ کی آواز پڑی انہوں نے چوکنا ہو کر پہاڑی کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ کی اوٹ کی طرف سے دشمن حملہ کرنے والا ہے۔ حضرت ساریہ فوراً سنبھلے اور دشمن کو شکست فاش دی۔ واپسی پر لوگوں نے پوچھا۔ تو حضرت ساریہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑتی تو شکست ہو جاتی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی بروقت آواز نے مجھے چوکس کر دیا۔ بیشک عادی پرواز سے روحانی پرواز ارفع و اعلیٰ ہے خدا کرے ہمارے دلوں میں بھی روحانی عظمت کی قدر پیدا ہو جائے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ایک بادشاہ کو زر و جواہر جمع کرنے کا بڑا شوق تھا وہ روزانہ زر و جواہر گنتا اور خوش ہوتا۔ وزیر نے رعایا کی بہبود کی طرف توجہ دلائی تو بُرا منایا — ناچار وزیر نے ایک چال سے بادشاہ کو ایک دن کے لئے خزانہ میں بند کرا دیا۔ بادشاہ بڑا حیران — نہ امیر نہ وزیر سب غائب۔ دروازے بند۔ پیاس لگی۔ بھوک نے تنگ کیا۔ پھر اچانک بند ہو جانے کا غم۔ بس پھر کیا تھا۔ خزانہ اور زر و جواہر برے لگنے لگے۔ بھوک کی وجہ سے گندم کے دانے کو ترسنے لگا۔ لعل اور گوہر کے دانے سب زہر نظر آئے۔ زیادہ بھوک جو لگی تو اچانک کوئی بات دل میں آئی اور پکار اٹھا کہ گندم کے دانے جواہر کے دانوں سے اچھے ہیں اتنے میں دروازہ کھلا تو اس کی دنیا بھی بدل چکی تھی چنانچہ اس نے خزانے کا منہ رعایا کی بہبود کے لئے کھول دیا۔ اور مال جمع کرنا چھوڑ دیا۔

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD9-۲۰۶۷۶/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۸۲ G/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔